پاکستانی خواتین کا معاشی استحکام اور عصری تقاضے
(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اطلاقی وتجزیاتی مطالعہ)

عشرت جمیل *
شیر علی **

عہدِ حاضر جدت، ترقی اور ٹیکنالوجی کا دور ہے جس میں ہر فردِ واحد بہتر سے بہترین کی دوڑ میں لگا ہوا ہے۔اب معیارِ زندگی ماضی کے مقابلے میں بہت بلند ہو گیا ہے آج ہر شخص کی معاشی حیثیت و استحکام اہمیت کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر میں سب افرادِ خانہ یعنی تقریباً تمام مرد وخواتین معاشی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہیں دورِ حاضر میں پوری دنیا میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص خواتین کی معاشی خوشحالی، استحکام، آزادی اور خود مختاری زیرِ بحث ہیں اور یہ سوالات زبان زدِ عام ہیں کہ کیا جدید عصری تقاضوں کے عین مطابق ہماری خواتین کو بھی معاشی خوشحالی، استحکام، آزادی اور خودمختاری حاصل ہے؟ ہمارا مذہب انھیں اس سلسلہ میں کس حد تک معاونت اور تحفظ فراہم کرتا ہے؟ کیا ہماری خواتین کو بھی وہی معاشی حیثیت و استحکام اور مقام و مرتبہ حاصل ہے جو دنیا میں دیگر خواتین کو حاصل ہے؟

اسلام اللہ رب العزت کا عطا کردہ دینِ کامل ہے اس کے تحت جب اس خالق و مالکِ کل نے انسان کو مکمل ضابطۂ حیات کے ساتھ کرۂ ارض پر خلافت و نیابت سے نوازا تو اس کو معاش اور معیشت جیسی سب سے اہم اور ضروری چیز (جس کی بدولت اس کی تمدن و معاشرت میں قدر و منزلت اور شرف و استحکام قائم ہے اور جس کے ذریعے وہ اپنی ساکھ کو مضبوط سہارا دے سکتا ہے) سے نوازا تاکہ وہ کامیاب، خوش اور مطمئن زندگی گزار سکے اسلام نے اپنے فرزندان و نمائندگان کو اس سلسلے میں وسیع تر حقوق و فرائض پر مبنی مکمل معاشی نظام عطا کر کے ان کی معاشی حیثیت کو نہ صرف مضبوط کیا ہے بلکہ مرد و زن کی تخصیص سے بالاتر ہو کر کامل، متوازن اور بھرپور نظام سے بھی مزیّن کیا ہے یوں اس سلسلے میں اسلام کا نظامِ معاش اور معیشت انتہائی مستحسن اور مکمل طور پر قابلِ عمل ہے۔

ارشادِ باری تعالی ہے:

* پی ایچ ڈی اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان۔

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَا فِی الْاِرْضِ جَمِیْعًا (۱)

''وہی ذات پاک ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں سب کچھ پیدا فرمایا۔''

مزید فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِش (۲)

''اور ہم نے زمین میں تم کو اقتدار بخشا اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے ذرائع فراہم کیے۔''

اگرچہ اسلام نے اپنے معاشی نظام میں معاش کی ذمہ داری مکمل طور پر مرد پر عائد کی ہے لیکن اگر عورت ضرورتاً مجبوراً یا کسی ذاتی رضا و رغبت سے معاشی امور میں حصہ لے کر اپنا کردار ادا کرنا چاہے تو نہ صرف اسلام اسے اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس سلسلہ میں اس کی جسمانی ساخت اور امورِ خانگی کی ذمہ داریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے لئے اس سلسلے میں احسان وعدل کا روّیہ بھی اپناتا ہے۔

جیسا کہ حکم ربّانی ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِه بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبُوا وَ لِلنِّسَاءِ نَصِیبٌ مِّمَّا اکْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوْا اللّٰهمِنْ فَضْلِه اِنَّ اللّٰه کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم (۳)

''اور اُس فضیلت کی تمنا نہ کرو جو اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر عطا کی ہے۔ جو مرد کمائیں وہ ان کے لیے ہے اور اسی طرح عورتوں کے لیے بھی انھی کا ہے جو وہ کمائیں البتہ اللہ سے اُس کا فضل مانگو یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

اس سلسلے میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

''اسلام نے نہایت وسیع حقوق دے کر عورت کی اس حیثیت کو مضبوط کیا ہے۔ وہ اپنے نفقے کی خود مکلّف نہیں بلکہ شادی سے پہلے اس کے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ بھائی یا شادی کے بعد شوہر پر ڈالی گئی ہے کہ وہ اس کا نفقہ (خورد و نوش، رہائش، لباس) ادا کرے۔'' (۴)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام عورت کے کسبِ مال کے حق کو بھی نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کی محنت کے صلہ کو بھی اس کا جائز حق مانتا ہے۔ شریعتِ اسلامی میں اکتسابِ مال اور صرفِ مال کا حق مرد و عورت دونوں کے لیے تسلیم کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر دو کو نہ صرف آمدن کا مالک قرار دیا ہے بلکہ خرچ میں بھی پورا پورا اختیار دیا ہے۔

ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''مرد کی کمائی مرد کے لیے ہوگی ،عورت کی کمائی عورت کے لیے ....عورت بیٹی ہوکر باپ سے الگ ،بہن ہوکر بھائی سے الگ' بیوی ہوکر شوہر سے الگ مستقلاً اپنی کمائی کا انتظام کرسکتی ہے اور اس کی مالک ہوسکتی ہے۔'' (۵)

دراصل اسلام اپنے ماننے والوں کی تربیت ایسے جامع نظامِ معیشت سے کرتا ہے جو کسبِ حلال' جائز ذرائع و وسائل اور مثبت سرگرمیوں پر مبنی و منحصر ہے اور وہ ہر حرام' منفی اور ناجائز سرگرمی کی نہ صرف بیخ کنی کرتا ہے بلکہ ان کو اختیار کرنے سے بھی منع فرماتا ہے کیونکہ یہ حرام ذرائع ان کی دنیاوی زندگی کے لیے زہرِ قاتل اور آخرت کی تباہی و بربادی کا سامان بنتے ہیں۔سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

''معاشیات کی خانگی اہمیت واضح ہے ایک انسان کے ذرائع واضح طور پر محدود ہوتے ہیں جبکہ اس کی خواہشات لامحدود ہوتی ہیں۔لازم ہوگا کہ وہ مقاصد کے حصول کے لیے ان ذرائع کو اس طرح استعمال کرے کہ ان سے اس کو زیادہ سے زیادہ مقاصد حاصل ہوسکیں اور اس کی شخصی و خانگی فلاح و سعادت کا حصول ممکن ہو۔'' (٦)

اسلامی معاشرہ بلا تخصیص مرد و زن تمام افراد کے لیے معاشی عدل و انصاف اور معاشی ذرائع کے حصول میں مساوات کو لازمی اور ضروری ٹھہراتا ہے کیونکہ تمام افرادِ معاشرہ کو پورے انصاف کے ساتھ تمام معاشی حقوق کی ادائیگی اور فراہمی کے بغیر کسی بھی طرح سے معاشرتی سکون و اطمینان اور اتفاق و یک جہتی کا حصول ناممکن ہے اور بحیثیتِ مجموعی اقوامِ عالم کے لیے معاشی استحکام کے بغیر دیگر لوازماتِ حیات کا حصول ممکن نہیں رہتا۔نہ صرف یہ بلکہ افراد اس حقیقت سے آگاہی کے بعد مزید بے چینی اور اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ کرۂ ارض پر وسائل و ذرائع کی فراوانی 'وسائلِ پیداوار کی بہتات' بے پناہ مادی ترقی اور بے مثال معاشی ارتقاء کے باوجود ابھی تک جنسی تمیز و تفریق کا دور دورہ ہے۔مرد و خواتین کے لیے الگ الگ معاشرتی و معاشی حیثیت و درجات کے وجود نے افرادِ معاشرہ کو دو الگ گروہوں اور طبقات کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔جس میں ایک گروہ طاقتور اور تمام وسائل و ذرائع پر حاکم متصور ہے جبکہ دوسرا گروہ کمزور' کمتر اور معاشی و معاشرتی ظلم و ستم کا شکار ہے اسی بناء پر بے پناہ محیر العقول معاشی ترقی کے باوجود مکمل معاشرتی خوشحالی اور اجتماعی سکون کا وجود ناپید ہے۔دراصل مکمل معاشرتی خوشحالی سے مراد ایک بہتر اور خوشحال معاشرے کی تشکیلِ نو اور افرادِ معاشرہ کی بلاجنسی تفریق تعمیر و ترقی ہے۔یہی وجہ ہے کہ معاشی لحاظ سے مرد و خواتین دونوں کی ترقی لازم ہے اور دونوں کو اس سلسلہ میں یکساں اور مساوی حقوق حاصل ہیں۔ یوں اسلام جیسے کامل دین میں معاشی تگ و دو اور ترقی میں مرد و خواتین کا حق اور حصہ برابر رکھا گیا ہے اور دونوں کو اپنی اپنی محنت'

لگن اور سعی و جہد کے مطابق مساوی معاشی حقوق عطا کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ حکمِ الٰہی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا o (۷)

''اور جو مرد کمائیں وہ ان کے لیے ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ ان کے لیے ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت کا صحیح معاشی مقام اور اس کا صحیح دائرہ کار کیا ہے؟ قدرت نے اس کے سپرد کیا کام کیے ہیں اور کیا نہیں؟ حقیقتاً معاشرہ کی ترقی اور اصلاح و فلاح میں اس کا کیا کردار ہے اور اسے انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک کامیاب مسلمان معاشرہ کے لیے کیا اور کس طرح اپنی خدمات سرانجام دینی ہیں؟

اسلامی معاشرہ کو پاکیزہ اور اعتدال پر رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کا بہترین اور درست تعیّن ہو۔ خصوصاً موجودہ حالات میں جبکہ آج ہمارے معاشرہ میں خواتین کی تعداد نصف سے بھی بڑھ چکی ہے۔ ان حالات میں صرف مرد حضرات کے لیے تنہا معاش کی بوجھل مشکل گاڑی کو ایک پہیہ پر کھینچنا یقیناً دشوار ہی نہیں بلکہ بعض سطحوح پر ناممکن بھی نظر آتا ہے۔ ان حالات اور ایسی صورتحال میں اسلام خواتین کو بھی عصری ضروریات کے عین مطابق اس سلسلے میں نہ صرف اپنا مکمل اور رھبر پور کردار ادا کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ ان کی اس کاوش کو معاشی ترقی کے لیے مستحسن عمل بھی قرار دیتا ہے۔ دراصل اجتماعی معاشرتی زندگی اس وقت ہی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوتی ہے جبکہ مرد و عورت دونوں کا معاشی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور سماجی رشتہ مضبوط ہو۔ دونوں عزت و احترام اور توازن و اعتدال کو دامن گیر رکھیں اور اسلامی حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے اصلاح و فلاحِ معاشرہ میں سرگرمِ عمل ہوں اور افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر حیاتِ انسانی کے تمام اُمور خصوصاً معاشی و معاشرتی عمل میں ٹھوس اور متوازن کردار ادا کریں۔

اس ضمن میں عبدالحلیم شفقہ بیان کرتے ہیں:

''بعض مسلم معاشروں میں ضروریاتِ زندگی میں اضافہ کے مقابلہ میں آمدنی بہت کم ہے اس بات نے بھی مجبور کر دیا ہے کہ خاندان کی تعمیر کے لیے عورت بھی کام کر کے دستِ تعاون دراز کرے۔''(۸)

چنانچہ اسی بناء پر انھی معاشی و معاشرتی احتیاجات کو سامنے رکھتے ہوئے اور دورِ حاضر میں ان کی شدّت کو محسوس کرتے ہوئے پاکستانی خواتین کے معاشی استحکام کو جدید عصری تقاضوں اور ان کی اپنی آراء کی روشنی میں

جاننے اور جانچنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ تحقیق کے بعد ثابت کیا جا سکے کہ اگرچہ اسلام نے دینِ فطرت اور مکمل ضابطۂ حیات ہونے کی حیثیت سے معاش اور کسبِ معاش کے تمام فرائض اور ذمہ داریاں مرد پر عائد کی ہیں لیکن وقت کے تقاضوں اور ضرورت کے تحت ملک اور معاشرہ اگر معاشی بحران اور اقتصادی مسائل ومصائب کا شکار ہے تو اس صورت میں وہاں کی رہنے والی خواتین سے سوال کیا جائے کہ وہ کس حد تک معاشی امور و سرگرمیوں میں حصہ لے رہی ہیں اور اس سلسلہ میں کہاں تک اپنا فعال کردار ادا کر کے اپنی معاشی حیثیت کو مضبوط و مستحکم اور پاکستان جیسی عظیم اسلامی ریاست کو ترقی وخوشحالی کی عظیم شاہراہ پر گامزن کر رہی ہیں۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی :

> ''یہ بات مسلم ہے کہ عورت معاشرے کا ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' بلکہ سماجی اور تمدنی اصلاح وبقا کا انحصار تقریباً اسی نوع کی حیثیت پر ہے۔عورت کی حیثیت' اس کا کردار وعمل اور اس کی حیات بخش صلاحیتیں معاشرے کے عروج وزوال کا سامان ہیں۔'' (۹)

دراصل معاشی امور میں خواتین کی خدمات اور فرائض کا سلسلہ دورِ نبوی ﷺ سے ہی جاری و ساری ہے اور عصرِ حاضر میں تو اس کی ضرورت واہمیت اور افادیت اور بھی کئی گنا بڑھ گئی ہے کیونکہ عہدِ حاضر جدت' ترقی اور ٹیکنالوجی کا دور ہے جس میں ہر فردِ واحد بہتر سے بہترین کی تگ ودو میں لگا ہوا ہے اب معیارِ زندگی ماضی کے مقابلے میں بہت بلند ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر میں تمام افرادِ خانہ یعنی مرد اور خواتین سب معاشی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہیں اسی بناء پر عصرِ حاضر میں خصوصاً خواتین کی معاشی خوشحالی' استحکام' آزادی اور خودمختاری کے لیے ضروری ہے کہ معیشت کے میدان میں ایک ایسا مضبوط و مستحکم لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس میں خواتین کے لیے الگ' آسان اور خودمختار روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں اور اس سلسلہ میں ان کو پیش آنے والی مشکلات اور مسائل کا سدِّ باب کرتے ہوئے ان کا مناسب اور آسان حل تجویز کیا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

> ''تاریخِ انسانی میں اسلام نے پہلی مرتبہ عورت کو مستقل قانونی تشخص عطا کیا ہے۔وہ اپنی ذاتی ملکیت رکھ سکتی ہے اور اس کو حقِ ملکیت بھی حاصل ہے اور اس پر تصرف کا اختیار بھی ہے۔'' (۱۰)

آج ہم عجیب وغریب افراتفری کا شکار ہیں ہم اسلام کے عطا کردہ میانہ روی کے سنہری قواعد وضوابط سے منہ موڑ کر افراط وتفریط کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں عہدِ حاضر میں ترقی کے نام پر ایسا فرسودہ نظام متعارف کروایا جا رہا ہے جس نے خواتین کو معاشی خوشحالی کے حصول کی تگ ودو میں لگا کر عورت کو عورت ہی نہیں رہنے دیا بلکہ کسی حد تک مرد بننے پر مجبور کر دیا ہے۔آج ہمارے نام کے مسلم معاشرہ کی عورت مرد کی کفالت سے محروم ہے وہ اپنی معمولی سے معمولی ضروریات کی تکمیل اور حصول سے محروم ہونے کی بناء پر معاشی جدوجہد اور سرگرمیوں میں حصہ لینے پر مجبور ہے

کیونکہ ہمارا مسلم معاشرہ اسلام پر اس کی حقیقی روح کے عین مطابق مکمل طور پر عمل پیرا ہی نہیں اور نہ ہی وہ اسلامی اقدار و روایات کو مکمل طور پر اپنائے ہوئے ہے جو اسلام کی اصل روح ہیں البتہ دین کی تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھنے والے حضرات یہ ضرور جانتے ہیں کہ دینِ اسلام کے احکام کے مطابق عورت چاہے وہ کسی بھی رشتے یعنی ماں، بہن، بیوی یا بیٹی کے روپ میں اس کے ساتھ منسلک ہو تو اس کی معاشی کفالت اس مرد کے ذمہ ہی لازم اور فرض ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب مرد حضرات اپنے فرائض احسن طریقے سے نہیں نبھاتے اور نہ ہی اپنی زیرِ کفالت خواتین کے معاشی حقوق بھرپور انداز میں ادا کرتے ہیں تو مجبوراً ان خواتین کو اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت کے لیے معاشی جدوجہد اور سرگرمیوں میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ ''دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار'' کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''اسلام نے زندگی کا ایک عملی اور منطقیانہ نقشہ پیش کیا ہے۔ چاہے اس کا تعلق عبادات سے ہو یا دیگر شعائر سے ہو، کاروباری معاملات ہوں، خاندان کا نظام ہو، سماجی آداب ہوں، معاشی قوانین ہوں یا تہذیب و تمدن کے اصول ہوں۔ اسلام نے عورت کے مقام و مرتبہ کو نقصان پہنچانے یا کم کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔''(۱۱)

چنانچہ اس سلسلہ میں اسی بناء پر پاکستان میں موجود مختلف خواتین سے ذاتی طور پر انٹرویوز لیے گئے جس کے لیے بالمشافہ ملاقات یا دور دراز علاقوں کی خواتین سے خط و کتابت کا طریقہ اپنایا گیا اور ایک مکمل سروے کے ذریعے ان سے ان کی رائے حاصل کی گئی اور یہ جاننے اور جانچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی معاشرہ کے افراد شریعتِ اسلامیہ کو پوری طرح جاننے اور ماننے کے باوجود وہ کونسے ایسے عوامل ہیں؟ جو ہمیں اپنے اصل نصب العین اور مقاصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہونے دے رہے ہیں وہ کونسی رکاوٹیں ہیں؟ جنھوں نے ہمیں ہماری مکمل معاشی کامیابی، ترقی، خوشحالی اور خود انحصاری سے محروم کر رکھا ہے۔ اسی نقطۂ ہائے نظر کو سامنے رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں خواتین سے براہِ راست ان کی رائے لے کر یہ جاننے کی کوشش بھی کی گئی کہ وہ کونسی وجوہات اور اسباب ہیں جن کی بناء پر انھیں معاشی جدوجہد اور میں حصہ لینا پڑا۔ اس سلسلہ میں ہر طبقے اور ہر سطح پر معاشی جدوجہد اور سرگرمیوں میں شامل خواتین کے معاشی مسائل اور ان کے حل کے لیے مختلف تجاویز و آراء پر مبنی اعداد و شمار کے تجزیے کا طریقہ اپنایا گیا اور یہ تجزیہ ایک سروے کی صورت میں کیا گیا۔ اس سلسلے میں مختلف طبقاتِ معاشرہ سے تعلق رکھنے والی خواتین سے آراء کے حصول کے لیے سوالنامے ترتیب دے کر ان میں تقسیم کیے گئے اور ان کے جوابات کی روشنی میں ان سے حاصل ہونے والی رائے کا ان کے اعداد و شمار کے مطابق تجزیہ کیا گیا کہ خواتین کے اس حوالے سے کیا

خیالات ہیں اوران کی بہتری اور مسائل کے حل کے لیے کیا تجاویز مرتب ہوسکتی ہیں اور ان پر کیسے عمل درآمد کیا جا سکتا ہے؟ خواتین کی رائے کے اعداد وشمار کے حصول کے لیے سوالناموں اور مختلف طبقات وسطوح سے تعلق رکھنے والی خواتین کی تعداد کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ اعداد وشمار کا تجزیہ:

۱۔ ہائی کوالیفائیڈ (High Qualifid) ملازمت پیشہ خواتین (۱۷ سے ۲۰ سکیل تک)

۲۔ (۱ سے ۱۶ سکیل تک) ملازمت پیشہ خواتین اور مختلف فیکٹریوں' ملوں اور گھروں میں کام کرنے والی خواتین

۳۔ تعلیم یافتہ گھریلو خواتین لیکن گھریلو سطح پر مصروفِ عمل

۴۔ غیر تعلیم یافتہ یا کم تعلیم یافتہ گھریلو خواتین لیکن کسی معاشی سرگرمی میں شامل نہیں

۵۔ کالج اور یونیورسٹی کی سطح کی طالبات (جو مستقبل قریب میں معاشی جدوجہد میں شمولیت کا ارادہ رکھتی ہیں)

ہر سطح پر خواتین میں دس سوالنامے تقسیم کیے گئے ۔کل سوالنامے جو تقسیم ہوئے=(۱۰+۱۰+۱۰+۱۰=۴۰)

یوں تمام سروے اور ان کا تجزیہ چار جدول پر مشتمل ہے جن میں سے ہر جدول میں پہلے سوالات دیئے گئے ہیں بعد ازاں اسی جدول کے آخر میں ان کا تجزیہ کیا گیا ہے تا کہ اس تجزیہ کی روشنی میں نتائج اور حاصلات مرتب ہوں اور پھر ان کے مطابق سفارشات ترتیب دی جائیں۔

۲۔ تجزیاتی طریقۂ کار:

زندگی کے مختلف شعبہ جات اور طبقات سے تعلق رکھنے والی خواتین کا انتخاب کیا گیا اور تحقیق سے متعلق مواد اکٹھا کرنے کے لیے سوالنامے ترتیب دیئے گئے اور آلۂ تحقیق کے طور پر مختلف خواتین کی آراء کو اکٹھا کیا گیا۔

۳۔ سوالنامہ کی تیاری :

آلۂ تحقیق کے طور پر چار مختلف موضوعات سے متعلق بیالیس سوالات تیار کیے گئے اور اس سلسلہ میں نگران مقالہ کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ مختلف یونیورسٹی اور کالج کے دیگر اساتذہ سے بھی راہنمائی اور معاونت حاصل کی گئی۔علاوہ ازیں موضوعِ تحقیق سے متعلق حاصل شدہ مواد کا وسیع تر مطالعہ کیا گیا تا کہ موزوں ترین سوالنامے ترتیب دیئے جاسکیں۔

۴۔ خواتین کا انتخاب:

اس سلسلہ میں مختلف طبقات اور شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی خواتین جن میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ' ملازمت پیشہ' معاشی سرگرمیوں میں کسی نہ کسی صورت شامل خواتین اور گھریلو خواتین کا انتخاب سلسلہ وار کیا گیا۔

جدول نمبر: 1

نمبر شمار	سوالات	جوابات
۱۔	کیا ہمارا معاشرہ معاشی مسائل کا شکار ہے اگر ہاں ! تو کس حد تک ۔۔۔؟	تقریباً سو فیصد خواتین کا جواب اثبات میں ہے کہ یقیناً ہمارا معاشرہ معاشی مسائل ہی نہیں بلکہ سخت معاشی بحران کا شکار ہے اور اسی انتہائی معاشی پسماندگی کی بناء پر ہماری نوجوان نسل بگاڑ، تخریب اور تباہی کا شکار ہو رہی ہے۔
۲۔	کیا خواتین مردوں کے مقابلے میں زیادہ معاشی بحران اور مسائل و مشکلات کا شکار ہیں؟	ستر فیصد خواتین کا مؤقف ہے کہ شہری خواتین کی نسبت زیادہ تر غیر تعلیم یافتہ اور دیہاتی خواتین زیادہ معاشی بحران اور مسائل و مشکلات کا شکار ہیں ۔ان کے خیال میں شہری خواتین کسی نہ کسی طور اپنے معاشی حقوق کے حصول کے لیے تگ ودو کر لیتی ہیں جبکہ تیس فیصد کا کہنا ہے کہ چونکہ ہمارا معاشرہ مرد کا معاشرہ ہے اس لیے خواتین کو کسی نہ کسی صورت پسماندہ اور معاشی بحران کا شکار رکھا ہی جاتا ہے۔
۳۔	مہنگائی کے بوجھ تلے دبے عوام الناس کی پریشانیوں کے حل کے لیے کتنے فیصد خواتین معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر مجبور ہیں؟	اگر عمومی جائزہ لیا جائے تو تقریباً تمام خواتین ہی کام کرتی ہیں اور اس جدوجہد میں بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طور پر شامل ہیں ۔خصوصی طور پر ہماری دیہاتی خواتین تو دن رات ہی محنت کرتی ہیں لیکن انتہائی افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس انتھک کوشش اور محنت کا انھیں کوئی ذاتی صلہ و اجرت نہیں ملتا اور اگر کبھی کچھ مل بھی جائے تو وہ اس پر تصرف کا حق اور اختیار نہیں رکھتیں ۔یوں ان کی جدوجہد اور محنت باقاعدہ حصولِ معاش کا ذریعہ اور سبب تو ہے لیکن شدید محنت و مشقت کے باوجود اپنی معمولی سے معمولی ذاتی ضروریات کے حصول کے لیے پھر بھی وہ دوسروں کی دستِ نگر اور محتاج ہیں۔

۴۔	کیا ہماری خواتین کو ان کے شریعتِ اسلامیہ کی طرف سے عطا کردہ معاشی حقوق (جن میں حقِ مہر، نان و نفقہ اور وراثت وغیرہ شامل ہیں) مل رہے ہیں؟	۸۱ فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ ہمارے معاشرے میں کم از کم خواتین کو ان کے شرعی معاشی حقوق جیسے حق مہر، نان ونفقہ اور وراثتی حقوق بالکل حاصل نہیں۔خصوصاً حقِ مہر کا تو صرف نام ہے اوّل تو شوہر کی معاشی حیثیت کے مطابق ادا ہی نہیں کیا جاتا اگر نکاح کے وقت طے کر بھی لیا جائے تو بعد میں معاف کروالیا جاتا ہے۔اسی طرح نان ونفقہ میں اگر روٹی کھانا نفقہ ہے تو وہ ملتا ہے ورنہ لباس تک لڑکی کے والدین یا دیگر رشتے دار تحفہ کے طور پر اگر دے جائیں تو ٹھیک ورنہ حالات نا قابلِ بیان ہیں اسی لیے خود ان کو ہی اپنی ان بنیادی ضروریات کی تکمیل تک کے لیے کوئی نہ کوئی آسرا اور سہارا ڈھونڈنا پڑتا ہے باقی رہا وراثت کا معاملہ تو یہاں تو معاملہ بالکل ہی الٹ ہو جاتا ہے وراثت ان کو معاشی تحفظ دینے کی بجائے ان کے لیے اکثر اوقات آزمائش بن جاتی ہے ۔بہت سی خواتین کی شادیاں محض اس بناء پر نہیں ہو پاتیں کہ کہیں زمین جائیداد دوسرے خاندان میں منتقل نہ ہو جائے اسی طرح بعض اوقات جہیز کو ہی وراثت کا نام دے کر خواتین کو اللہ و رسول ﷺ کی طرف سے تفویض کردہ حق سے محروم کر دیا جاتا ہے ۔مجموعی تخمینے کے مطابق ہمارے معاشرے میں صرف ۱۹ فیصد خواتین کو وراثت یا دیگر حقوق میں سے حق دیا جاتا ہے۔
۵۔	ہمارے اسلامی معاشرہ میں کتنے فیصد لوگ اپنی عورتوں کو ان کے جائز معاشی حقوق ادا کرتے ہیں؟	مجموعی رائے کے مطابق ہماری ۷۵ فیصد خواتین زیادہ تر معاشی حقوق کے حصول سے محروم ہیں، باقی تقریباً ۲۵ فیصد خواتین ایسی ہیں جنھیں تقریباً تمام معاشی حقوق جیسے حقِ مہر، نان ونفقہ اور وراثتی حقوق زیادہ تر ضرور بخوشی ادا کیے گئے ہیں بلکہ جہیز اس کے علاوہ ہے جو ان کو تحفہ اور ہدیہ کے طور پر دیا گیا ہے۔

۶۔	کیا ہماری خواتین کو ذاتی معاشی مفاد اور فوائد کے حصول کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے اور کس حد تک ایسا ہوتا ہے؟	جی ہاں، بالکل ! ۸۰ فیصد خواتین کا مؤقف یہی ہے کہ ہمارے ہاں خواتین کو ذاتی مفادات اور معاشی فوائد کے حصول کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے ۔کہیں وراثت میں سے حصہ وحق نہ دینا پڑ جائے اس لیے اکثر ان کو گھر ہی بٹھالیا جاتا ہے اور اگر شادی ہو بھی جائے تو اور مزید دوہری اذیت ۔۔۔ والدین اور بھائی وراثت کا مال بچانے کی فکر میں رہتے ہیں اور شوہر حضرات مال کھینچنے کے چکر میں خواتین کو اذیت و تکلیف میں مبتلا رکھتے ہیں اور یوں اس دوہری اذیت اور کشمکش میں بعض اوقات نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے ۔شہروں میں حالات اگرچہ کچھ بہتر ہیں لیکن ہمارے دیہاتوں اور قبائلی علاقوں میں یہ صورتحال خطرناک حد تک جا پہنچی ہے۔
۷۔	کیا آپ کے خیال میں خواتین کو معاشی مسائل کے حل کے لیے عملی طور پر معاشی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیے؟	تقریباً ۷۵ فیصد خواتین کا جواب اثبات میں ہے کہ خواتین کو عملی طور پر ضرور معاشی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیے جبکہ بقیہ ۲۵ فیصد کا مؤقف ہے کہ چونکہ اس سے گھریلو اور خاندانی زندگی متاثر ہوتی ہے اور بچوں کی پرورش اور تربیت (جو کہ خواتین کا اولین فرض ہے) نہیں ہو پاتی اس لیے خواتین کو خانگی زندگی کو ترجیح دینی چاہیے۔
۸۔	کیا ہماری خواتین کو اپنے ذاتی اموال پر تصرف کا حق ہے؟ اگر ہاں! تو کس حد تک؟	۶۱ فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ اگر ہم خود کمائیں تو ہمیں تصرف کا بھی حق ہے ورنہ نہیں ۔۳۹ فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ ہم تو جو کچھ کماتی ہیں وہ سب بھی ہم سے ہمارے شوہر حضرات اور سسرال والے چھین لیتے ہیں۔
۹۔	ہمارے ہاں کتنے فیصد خواتین کسبِ اموال کے لیے تگ و دو میں مصروف ہیں؟	تقریباً ۷۰ فیصد کا کہنا ہے کہ اب عہدِ حاضر میں ہمارے ہاں بھی زیادہ تر خواتین کسبِ اموال کے لیے تگ و دو میں مصروف ہیں بقیہ ۳۰ فیصد گھریلو زندگی گزار رہی ہیں۔

۱۰۔	آپ کے خیال میں خواتین کو ان کے جائز معاشی حقوق نہ دینے کا ذمہ دار کون ہے؟ معاشرہ/والدین/شوہر/سسرال/یا سب اپنے اپنے مقام پر؟	۶۰ فیصد خواتین کے نزدیک ہمیں ہمارے معاشی حقوق ادا نہ کرنے کا ذمہ دار ہمارا نظامِ معاشرت ہے جہاں افرادِ معاشرہ کی ایسی تربیت ہی نہیں کی جاتی کہ وہ اپنے فرائض کو پہچانیں باقی ۴۰ فیصد خواتین کے نزدیک خودغرضی، لالچ اور نفس پرستی کی بھینٹ چڑھے سسرال اور شوہر حضرات اس کے ذمہ دار ہیں۔

جدول نمبر: 2

نمبر شمار	سوالات	جوابات
ا۔	ہمارے ہاں کتنے فیصد خواتین مضبوط معاشی ساکھ رکھتی ہیں؟	مجموعی طور پر جو نتائج سامنے آئے ان کے مطابق ہماری صرف ۱۵فیصد خواتین مضبوط معاشی ساکھ رکھتی ہیں۔ ۳۰ فیصد تو انتہائی غربت اور کسمپرسی کے عالم میں سسکتی ہوئی زندگی گزار رہی ہیں باقی ۵۵ فیصد درمیانے درجے کی اوسط زندگی گزار رہی ہیں جن میں سے اکثریت محنت و مشقت کی چکی میں پس کر ہی سہی لیکن اپنی ضروریاتِ زندگی کو کسی نہ کسی طور پر پورا کر رہی ہیں۔
۲۔	زیادہ تر کون لوگ خواتین کی ذاتی املاک اور مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کرتے ہیں؟	۷۰ فیصد خواتین کی رائے ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہے جس کا بھی بس اور زور چلتا ہے وہ کم نہیں کرتا بیٹیوں کو املاک اور جائیداد میں حق اور حصہ دینے کا حوصلہ بھی کم ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔عموماً والدین اور بھائی نہیں چاہتے کہ ان کی آبائی خاندانی جائیداد اور زمینوں میں کوئی دوسرا شراکت دار ہو لہٰذا وہ بہنوں اور بیٹیوں کی شادیاں ہی نہیں کرتے اور اگر کسی خاندان میں ان کی شادیاں ہو بھی جائیں تو سسرال اور شوہر حضرات خواتین کی املاک کو اپنی ہی ملکیت سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس پر غاصبانہ قبضہ بھی اس طور رکھتے ہیں کہ ان کو انتہائی ضرورت کی صورت میں بھی استعمال کی اجازت نہیں ہوتی۔

۳۔	کیا خواتین پر ان کی املاک کی بناء پر جبر واستحصال ہوتا ہے؟	۸۰ فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ زیادہ تر نفرت، لڑائی جھگڑوں اور جبر و استحصال کی وجہ ہی یہ مال و املاک ہیں اگر اپنے جائز وراثتی حقوق کا مطالبہ نہ کیا جائے تو والدین اور بھائی ہم سے خوش رہتے ہیں ۔سسرال سے آئیں تو عزت بھی کرتے ہیں لیکن اگر سسرال اور شوہر حضرات کے دباؤ اور سختی کی بناء پر مطالبہ کیا جائے تو دونوں جانب (یعنی میکے اور سسرال) سے نفرت اور جبر واستحصال کا سامنا انھیں کرنا پڑتا ہے۔جس سے وہ دوہری اذیت کا شکار رہتی ہیں۔
۴۔	کیا معاشی حقوق کے حصول میں غیر تعلیم یافتہ یا کم تعلیم یافتہ خواتین زیادہ ناکام ہیں؟	۴۰ فیصد خواتین کا مؤقف ہے کہ عورت بس عورت ہی ہے خواہ وہ تعلیم یافتہ ہوں یا غیر یافتہ سب ہی معاشی حقوق سے محروم ہیں ۔لیکن ۶۰ فیصد کا کہنا ہے کہ ان پڑھ، غیر تعلیم یافتہ، دیہاتی اور قبائلی خواتین اس محرومی اور بے رحمی کا زیادہ شکار ہیں۔
۵۔	کیا عورت کی معاشی محرومی اس کی معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی ساکھ اور حیثیت کو متاثر کرتی ہے؟	۱۰۰ فیصد خواتین کی یہی رائے ہے کہ نہ صرف خواتین بلکہ مرد حضرات بلکہ خواہ کوئی بھی ہو ان کی اگر معاشی حیثیت مضبوط نہ ہو تو بہر حال ان کی معاشرتی، اخلاقی، مذہبی، سیاسی اور غرضیکہ ہر طرح کی حیثیت متاثر ہوتی ہے۔
۶۔	کیا معاشی سرگرمیوں میں شامل اور کسبِ اموال کرنے والی خواتین معاشرے میں زیادہ وقار پاتی ہیں ؟	۴۰ فیصد خواتین کا جواب اثبات میں جبکہ ۲۰ فیصد کا نفی میں ہے اور ۴۰ فیصد کا کہنا ہے کہ ایسی خواتین دوہری مشقت کا شکار ہیں جس سے نہ صرف ان کی اپنی کوئی ذاتی زندگی باقی نہیں رہتی ہے بلکہ ان کے گھر اور خاندان بھی متاثر ہوتے ہیں۔

۷۔	کیا دوہری ذمہ داریوں کی ادائیگی خواتین کی ذات، شخصیت اور صحت واخلاق کو متاثر کرتی ہیں؟	۴۵ فیصد خواتین کا مؤقف ہے کہ کام کرنے والی خواتین زیادہ صحت مند، توانا اور چاق و چوبند ہوتی ہیں جبکہ بقیہ ۳۵ فیصد کے نزدیک دوہری ذمہ داریوں کی ادائیگی سے خواتین کی ذات، شخصیت، صحت و اخلاق، گھر اور خاندان سب متاثر ہوتے ہیں جبکہ ۲۰ کے نزدیک کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی۔
۸۔	کیا ہمارے معاشرہ میں اپنا معاشی کردار نبھاتے ہوئے خواتین اپنے ذاتی کردار اور عزت و ناموس کا تحفظ برقرار رکھ پاتی ہیں؟	۵۵ فیصد خواتین کا جواب اثبات میں ہے جبکہ ۲۵ فیصد کا کہنا ہے کہ انھیں گھر سے باہر ہر لحاظ سے انتہائی مشکلات اور مسائل کا سامنا ہے جبکہ ۲۰ کے نزدیک مسائل ہیں لیکن وہ مضبوط ہیں ۔
۹۔	کیا دورانِ کسبِ معاش خواتین کو ذرائع و وسائلِ معاش میں معاونت اور مالی معاوضہ میں حصہ برابری کی سطح پر ملتا ہے؟	مجموعی رائے کے مطابق تعلیم یافتہ اور باشعور خواتین جو اچھی ملازمتیں کر رہی ہیں یا اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں ان کو تو برابری کی سطح پر مالی معاوضہ اور دیگر مراعات ملتی ہیں اس کے برعکس پرائیویٹ اور نچلی سطح پر ایسا نہیں ہے ان کو نہایت کم معاوضہ ملتا ہے اور مزید دیگر مراعات اور سہولیات بھی میسر نہیں ہیں۔
۱۰۔	کیا معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے والی خواتین کی مسائل و مشکلات کے حل کے لیے حکومت اور معاشرہ کوئی کردار ادا کرتے ہیں؟	مجموعی رائے کے مطابق ملک کی نصف سے زیادہ آبادی کے مسائل کے حل کے لیے جس قدر اقدامات ہونے چاہئیں وہ تو نہیں ہو رہے لیکن پھر بھی حکومت اس معاملے کو کسی نہ کسی صورت میں اہمیت ضرور دے رہی ہے جس کی بناء پر ماضی کی نسبت حالات میں کسی حد تک بہتری ضرور آئی ہے۔ لیکن ابھی مزید معاشرے کی اصلاح و فلاح کے لیے بے پناہ اقدامات کی ضرورت ہے۔

جدول نمبر:3

نمبر شمار	سوالات	جوابات
ا۔	عہدِ حاضر میں خواتین کے لیے کو نسے شعبے کسبِ معاش کے لیے مناسب اور بہتر ہیں؟ (تعلیم و تدریس، طب، تجارت، صنعت و حرفت، سلائی و دستکاری، نجی اور گھریلو سطح پر چھوٹے درجے کے کاروبار)	۵۰ فیصد خواتین نے تعلیم و تدریس اور طب کے شعبے کو خواتین کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ترین شعبہ قرار دیا۔۱۰ فیصد نے ذاتی کاروبار و تجارت، ۱۰ فیصد نے صنعت و حرفت جبکہ ۳۰ فیصد نے دیگر شعبہ جات میں دلچسپی کا اظہار کیا۔
۲۔	ہمارے معاشرہ میں خواتین زیادہ تر کس شعبہ میں زیادہ دلچسپی لیتی اور بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں؟	مجموعی رائے کے مطابق عہدِ حاضر میں خواتین تقریباً زندگی کی ہر شعبے میں دلچسپی لے کر کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہیں لیکن خصوصی طور پر آج کل خواتین تعلیم و تدریس، طب، کمپیوٹر، فیشن ڈیزائننگ اور بیوٹیشن کے شعبہ جات میں زیادہ دلچسپی اور مہارت کا اظہار کر کر رہی ہیں۔
۳۔	کیا کسبِ معاش میں حصہ لینے والی خواتین کے خاندان والے ان کی اس سلسلہ میں مدد و معاونت کرتے ہیں یا مسائل و مشکلات میں اضافہ کرتے ہیں؟	۴۰ فیصد خواتین کی رائے میں ان کے گھر اور خاندان والے اس سلسلے میں نہ صرف ان کی مدد و معاونت کرتے ہیں بلکہ ان کی ہر طرح اور ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۳۰ فیصد کا کہنا ہے کہ انھوں نے ہر طرح سے محنت و مشقت کی لیکن ان سے ان کے گھر اور خاندان والے خصوصاً سسرال اور شوہر حضرات کبھی خوش نہیں ہوئے بلکہ الٹ ان کے لیے مسائل و مصائب میں اضافہ ہی کیا۔بقیہ ۳۰ فیصد نے بتایا کہ اگر ہم اموال ان کی ہتھیلی پہ رکھ دیں تو بہت خوش بھی رہتے ہیں اور معاونت بھی کرتے ہیں لیکن اگر ہم اپنے ذاتی اموال بھی اپنے پاس رکھ لیں یا اپنی مرضی اور خوشی سے اسے خرچ کر لیں تو پھر مشکلات ہی مشکلات ہیں۔

۴۔	معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے والی خواتین کو کس قسم کے مسائل و مشکلات کا سامنا ہے؟	بے شمار مسائل کا سامنا ہے جن میں سے زیادہ تر محنت کے مقابلے میں کم معاوضہ، اپنے سینئر افسروں یا مالکان کی بدسلوکی و بے عزتی اور نا انصافی اس کے علاوہ ٹرانسپورٹ، میڈیکل اور دیگر متعدد مسائل (جن میں گھریلو اور خاندانی مسائل شامل ہیں) جن کا خواتین کو ہر روز سامنا ہے۔
۵۔	کیا معاشی طور پر مضبوط عورت خود کو دیگر خواتین کی نسبت زیادہ بہتر معاشرتی حیثیت اور مقام پر متصور کرتی ہے؟	۶۰ فیصد خواتین نے اثبات میں رائے دی جبکہ بقیہ ۴۰ فیصد کے مطابق عورت صرف عورت ہے خواہ اس کی مالی و معاشی حیثیت کیسی بھی ہو مرد کے اس معاشرے میں بہرصورت اسے مرد کا ہی دستِ نگر رہنا پڑتا ہے۔
۶۔	خواتین معاشی سرگرمیوں میں خوشی سے شامل ہوتی ہیں یا مجبوری سے؟	۳۰ فیصد خواتین نے بتایا کہ وہ صرف اور صرف مجبوری اور حالات کی سختی، ۲۰ فیصد سسرال کی بے رحمی، ۲۰ فیصد اپنوں کی ناروا سلوکی کی بناء پر کسبِ مال کے لیے تگ و دو پر مجبور ہیں جبکہ ۳۰ فیصد خواتین کا کہنا تھا کہ وہ خوشی سے معاشی سرگرمیوں میں مصروف ہیں ان کی کوئی مجبوری نہیں اور نہ ہی ان پر کوئی جبر و تشدد ہے بلکہ وہ اپنی رضا و مرضی سے اپنے وطن اور معاشرہ و افرادِ معاشرہ کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہیں تا کہ ان کی صلاحیتیں انسانیت کے کام آسکیں۔
۷۔	مجموعی طور پر خواتین کے کسبِ معاش میں شمولیت کے مقاصد کیا ہیں؟ (ا) بنیادی ضروریات کی عدم فراہمی (ب) کفیل مردوں کی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں عدم شمولیت (ج) بہتر معاشی مقام کا حصول (د) خاندان/سسرال میں قبولیت کی شرط	مجموعی طور پر خواتین کے کسبِ معاش میں شمولیت کے مقاصد کے نتائج یوں سامنے آئے: (ا) ۴۰ فیصد خواتین کے نزدیک بنیادی ضروریات کی عدم فراہمی (ب) ۳۰ فیصد خواتین کے نزدیک کفیل مردوں کی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں عدم شمولیت (ج) ۱۵ فیصد خواتین کے نزدیک بہتر معاشی مقام کا حصول (د) ۱۵ فیصد خواتین کے نزدیک خاندان/سسرال میں قبولیت کی شرط، بلکہ اچھے رشتے آنے کی امید بھی۔

۸۔	کیا عورت کی کسبِ معاش میں شمولیت اس کی گھریلو اور خانگی ذمہ داریوں کو متاثر کرتی ہے؟	۳۲ فیصد خواتین کا کہنا ہے کہ تمام ذمہ داریوں کو احسن انداز میں نبھایا جا سکتا ہے ۲۸ فیصد کے نزدیک اگر (Time Management) یعنی وقت کا استعمال درست انداز میں ہو تو تمام ذمہ داریوں کو احسن انداز میں نبھایا جا سکتا ہے جبکہ ۲۷ فیصد خواتین کے مطابق یقیناً عورت کی کسبِ معاش میں شمولیت اس کی گھریلو اور خانگی ذمہ داریوں کو متاثر کرتی ہے اور خود اس کی اپنی ذات اور شخصیت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ جبکہ ۱۳ فیصد نے لاعلمی کا اظہار کیا۔
۹۔	کیا کسبِ معاش میں شامل خواتین کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان کی حق تلفی ہوتی ہے یا وہ دیگر گھریلو خواتین کے بچوں سے بہتر نشو ونما پاتے ہیں؟	۳۰ فیصد خواتین کی رائے میں کسبِ معاش میں شامل خواتین کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں نہ صرف ان کی حق تلفی ہوتی ہے بلکہ ان کے بچے نفسیاتی طور پر بھی کسی کمی یا محرومی کا شکار محسوس ہوتے ہیں جبکہ دیگر گھریلو خواتین کے بچے ان کی نسبت بہتر نشو ونما پاتے ہیں۔ اس کے برعکس ۲۸ فیصد خواتین کے نزدیک چونکہ کسبِ مال میں شامل خواتین مالی طور پر چونکہ مستحکم ہوتی ہیں اس لیے وہ اپنے بچوں کی تمام ضروریات کو زیادہ احسن انداز میں پورا کرسکتی ہیں۔ انھیں وہ زیادہ اچھی خوراک اور لباس مہیا کرسکتی ہیں اور زیادہ اچھے اداروں میں مہنگی تعلیم بھی دلواسکتی ہیں لہٰذا ان کے بچے دیگر بچوں کی نسبت بہتر نشو ونما اور تعلیم و تربیت پاتے ہیں۔
۱۰۔	کیا مالی طور پر مستحکم خواتین کے ولی اور کفیل مرد حضرات ان سے خوش اور مطمئن ہوتے ہیں یا بیزار و نالاں؟	۳۲ فیصد کے نزدیک مرد کبھی خوش اور مطمئن نہیں ہوتے خواہ آپ کچھ بھی کر لیں۔ ۲۶ فیصد رائے یہی سامنے آئی ہے کہ مالی طور پر مستحکم خواتین کے ولی اور کفیل مرد حضرات ان سے خوش اور مطمئن ہوتے ہیں جبکہ ۳۴ فیصد کا کہنا تھا کہ ہم کچھ بھی کر لیں ہمارے سسرال والے ہم سے بیزار و نالاں ہی رہتے ہیں اسی طرح ۰۸ فیصد کے نزدیک بس سب ٹھیک ہی ہے کوئی حتمی رائے نہیں دی۔

جدول نمبر: 4

نمبر شمار	سوالات	جوابات
ا۔	خواتین کے کسبِ معاش میں شمولیت سے ان کی ازدواجی زندگی پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں یا منفی؟	۵۸ فیصد خواتین کے نزدیک کسبِ معاش میں شمولیت سے ان کی ازدواجی زندگی پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں گھر میں معاشی خوشحالی کی بناء افرادِ خانہ زیادہ بہتر اور آسودگی کی زندگی گزارتے ہیں جبکہ ۴۲ فیصد کے مطابق منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ گھر اور خاندان جو کہ معاشرہ کی بنیادی اکائی ہیں دونوں ہی بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔
۲۔	کیا کسبِ معاش میں شامل خواتین کی شادیاں نہ ہونے یا شادی شدہ خواتین کے گھر ٹوٹنے یا طلاق کا سبب ان کی کسبِ معاش میں شمولیت ہے؟	عصرِ حاضر میں زیادہ تر افرادِ معاشرہ کسبِ معاش کی اہمیت وضرورت سے واقف ہیں لہٰذا ۸۸ فیصد کے نزدیک کسبِ معاش میں شمولیت سے ان کی شادیوں کے ہونے یا نہ ہونے یا شادی شدہ خواتین کے گھر ٹوٹنے یا طلاق کا سبب بننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا شادی مکمل طور پر قسمت اور نصیب کا معاملہ ہے جبکہ دیگر ۱۲ فیصد کے نزدیک کمائی میں جتی خواتین کی شادی کی عمر تو ویسے ہی نکل جاتی ہے اور شادی شدہ خواتین اپنے ذاتی املاک اور اموال کی بناء پر خود کو دوسروں سے زیادہ بہتر اور بالاتر سمجھتی ہیں اور گھر چلانے اور بچانے کی انھیں کوئی فکر نہیں ہوتی 'اپنی من مانی کرتی ہیں اور زندگی میں کسی طرح کے سمجھوتے کے لیے تیار نہیں ہوتیں۔
۳۔	خواتین کی معاشی ترقی کی راہ میں کون رکاوٹ ہے؟ (خاندان اور سسرال/معاشرہ)	۶۵ فیصد خواتین کے نزدیک ان کی معاشی ترقی کی راہ میں ان کے خاندان اور خاندانی رسومات رکاوٹ ہیں جن کی روزِ اوّل سے وہ بھینٹ چڑھی ہوئی ہیں ان کے نزدیک ان کے خاوند اور سسرال والے ان کا تمام مال ہضم کر لیتے ہیں اس لیے کسی معاشی ترقی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ ۳۵ فیصد کے نزدیک وہ اپنی معاشی حیثیت سے خوش اور مطمئن ہیں اور کوئی رکاوٹ نہیں وہ محنت کرتی ہیں اور اس کا انھیں پھل ملتا ہے۔

۴۔	کیا کسبِ معاش اور گھر جیسی دوہری ذمہ داریوں کی ادائیگی سے خواتین کی معاشرتی حیثیت میں بہتری آتی ہے یا وہ کمزور ہوتی ہے؟	۷۳فیصد خواتین کے مطابق کسبِ معاش اور گھر جیسی دوہری ذمہ داریوں کی ادائیگی سے خواتین کی معاشرتی حیثیت میں یقیناً بہتری آتی ہے ان کے نزدیک معاشی طور پر خوشحال گھرانے یقیناً بہت سے بنیادی مسائل اور قباحتوں سے محفوظ ہوتے ہیں جبکہ بقیہ ۲۷فیصد خواتین کے مطابق خواتین کی معاشرتی حیثیت کمزور ہوتی ہے وہ دن رات محنت ومشقت بھی کرتی ہیں اور پھر بھی اپنی بہت ہی بنیادی حقیر سی ضروریات کے لیے انھیں دوسروں کا دستِ نگر رہنا پڑتا ہے۔
۵۔	کیا گھریلو ذمہ داریوں اور بچوں کی دیکھ بھال سے خواتین کی معاشی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں؟	۸۸ فیصد خواتین کے نزدیک گھریلو ذمہ داریوں اور بچوں کی دیکھ بھال سے خواتین کی معاشی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں خصوصاً زیادہ چھوٹے بچوں کی مائیں اپنے بچوں کی فکر میں رہتی ہیں اور اپنے کام کو مکمل اور بھرپور انداز سے نہیں کر پاتیں اس کے برعکس ۱۲فیصد خواتین کے مطابق انھوں اپنے دونوں گھریلو اور معاشی فرائض اور ذمہ داریوں کو اس طرح سے منظّم کیا ہوا ہے کہ کوئی بھی کام متاثر نہیں ہوتا۔
۶۔	کیا خواتین کے کسبِ معاش میں شرکت وشمولیت سے خواتین کے معاشی مسائل میں کمی واقع ہوتی ہے؟	۷۳فیصد خواتین کے مطابق کسبِ معاش میں شرکت وشمولیت سے خواتین کے معاشی مسائل میں کمی واقع ہوتی ہے جبکہ ۲۷فیصد کے مطابق ان کی زندگی مزید الجھنوں اور مشکلات کا شکار ہوئی ہے۔
۷۔	کیا کسبِ معاش میں شمولیت سے خواتین کی ذاتی زندگی اورحیثیت میں بہتری اور مضبوطی آتی ہے؟	۷۶ فیصد خواتین کا جواب اثبات میں ہے کہ کسبِ معاش میں شمولیت سے خواتین کی ذاتی زندگی اورحیثیت میں بہتری اور مضبوطی آئی ہے جبکہ ۲۴ فیصد کا کہنا ہے کہ ان کی ذاتی زندگی اورحیثیت تو کسبِ معاش میں شمولیت سے بالکل ختم ہوکر رہ گئی ہے دن رات بس کام ہی کام۔
۸۔	کیاخواتین کے کسبِ معاش میں شرکت سے ملک و معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے ہیں ؟	۷۶ فیصد خواتین کے نزدیک یقیناً کسبِ معاش میں شرکت سے ملک ومعاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے ہیں اور ملکی معاشی ساکھ مضبوط ہوئی ہے جبکہ بقیہ ۲۴ فیصد نے لاعلمی کا اظہار کیا ان کا کہنا ہے کہ بظاہر تو ہمارا ملک دیوالیہ ہوتا ہی نظر آتا ہے اور اتنے برس گزرنے کے بعد بھی ترقی پذیر ممالک کی صف میں ہی شامل ہے۔

۹۔	کیا کسبِ معاش میں شمولیت خواتین کی ضرورت ہے یا جدیدیت اور مغرب کی نام نہاد اندھا دھند تقلید؟	۹۲ فیصد کے نزدیک کسبِ معاش میں شمولیت خواتین کی ضرورت ہے نہ کہ مغرب کی اندھا دھند تقلید۔اس کے برعکس ۸ فیصد کا کہنا ہے یہ صرف مغرب کی چال ہے کہ ہماری خواتین کو مال کی چکا چوند سے گھروں سے باہر نکلنے پر مجبور کیا جائے اور ان سے مغربیت کی اندھا دھند تقلید کروائی جائے۔
۱۰۔	کیا خواتین کے کسبِ معاش میں شرکت سے ہمارے ملکی مسائل میں کمی ہوئی ہے یا اضافہ ؟	۸۱ فیصد خواتین کے مطابق کسبِ معاش میں شرکت سے ہمارے ملکی مسائل میں کمی ہوئی ہے جبکہ دیگر ۱۹ فیصد کے مطابق ملکی مسائل میں اضافہ ہوا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارے مذہبی اقدار تباہ اور اخلاقی روایات کا جنازہ نکل گیا ہے' بے حیائی عام ہوگئی ہے اور خواتین نے اپنا وقار اور نسوانیت کھودی ہے۔

شب وروز کی عرق ریز محنت وجستجو' تحقیق وتدقیق اور لگ بھگ چالیس مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی خواتین سے براہِ راست ملاقات یا خط وکتابت کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات کے بعد جو ٹھوس حقائق اور مضبوط دلائل ہمارے سامنے آئے ہیں مختصراً ان کا اگر تجزیاتی جائزہ لیں تو درج ذیل اہم امور ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱۔ حیاتِ انسانی میں معاش اور معیشت کی بنیادی اہمیت وحیثیت کی بناء پر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو عدل و انصاف' مساوات اور احسان پر مبنی مضبوط اور مستحکم نظامِ معیشت عطا کیا ہے جس میں کسبِ معاش کی تمام ذمہ داری مرد حضرات پر عائد کی گئی ہے اور انھیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے زیرِ کفالت تمام افراد کی معاشی ذمہ داریوں کو بطریقِ احسن بھرپور انداز میں ادا کریں اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے اگرچہ خواتین کو کسبِ معاش کے فریضہ سے مکمل طور پر بری الذمہ قرار دیا ہے لیکن اگر وہ مجبوراً یا اپنی کسی ذاتی رضا ورغبت سے کسبِ مال میں حصہ لینا چاہیں تو اسلام انھیں چند مذہبی واخلاقی حدود وقیود کے ساتھ نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ انھیں ان کی اس اضافی ذمہ داری کی ادائیگی پر تحسین کی نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔

۲۔ اسلام نے خواتین کو سادگی' پردہ' زیب وزینت اور نمود ونمائش کے اظہار کی ممانعت جیسی مذہبی واخلاقی حدود وقیود کے ساتھ معاشی امور میں حصہ لینے کی نہ صرف مکمل اور بھرپور اجازت دی ہے بلکہ بعض انتہائی سنگین صورتحال یا ناموافق حالات میں اسے اس کے لیے واجب بھی قرار دیا ہے جبکہ اس کے برعکس دوسروں پر بوجھ بننے' دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور اس قسم کے دیگر ذرائع کی مکمل بیخ کنی کی ہے۔

۳۔ آغازِ اسلام یعنی عہدِ رسالت اور دورِ خلفائے راشدین سے ہی متعدد واقعات و روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خواتین مختلف معاشی سرگرمیوں جیسے تجارت، زراعت، دباغت اور رضاعت وغیرہ میں حصہ لیتی رہی ہیں اور کسبِ اموال سے اپنی اور اپنے خاندان کی معاشی کفالت میں اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ عصرِ حاضر میں بھی خواتین نامساعد حالات، بنیادی معاشی حقوق جیسے نان ونفقہ، سکنیٰ، حقِ مہر اور وراثت کی عدم ادائیگی یا اپنی فطری خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے معاشی کردار ادا کرتی ہیں اور اپنی معاشی حیثیت اور مقام ومرتبہ کو مزید مستحکم کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

۴۔ دورانِ کسبِ معاش خواتین کو بیشمار مسائل ومشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے فرداً افرداً اگر تمام افرادِ معاشرہ انھیں ان کے بنیادی شرعی معاشی حقوق ہر حیثیت یعنی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے ادا کریں تو ان میں سے اکثر مسائل ومشکلات پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے۔ اس سلسلہ میں حکومتی سطح پر ابھی اہم اقدامات ضروری ہیں اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ تمام افرادِ معاشرہ کو ان کے شرعی حقوق بہم پہنچانے کے لیے عملی اقدامات کریں اس سلسلہ میں حکومت قانون سازی کرے اور پھر ان قوانین پر عمل درآمد کرائے۔ حکومت کو خصوصاً خواتین کے لیے ہر گلی، محلّہ اور علاقہ وبستی میں ایسے مراکز قائم کرنے چاہئیں جن کا کام ہی یہ جائزہ لینا ہو کہ کیا خواتین کو ان کے حقوق مل رہے ہیں یا نہیں اور اگر نہیں مل رہے تو اس کے اسباب اور وجوہات تلاش کر کے ان کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے اقدامات کرے اور اگر فوری طور پر یہ مسائل حل نہ ہوں تو خواتین کی عدالت تک رسائی میں تعاون اور معاونت کریں۔

۵۔ تمام افرادِ معاشرہ میں علمی وشعوری آگاہی بیدار کی جائے آغاز سے ہی افرادِ معاشرہ کی تعلیم وتربیت اس نہج پر کی جائے کہ وہ اپنے حقوق اور فرائض دونوں کو پوری طرح پر پہچانیں اور عملی زندگی کے آغاز سے قبل ہی ان میں یہ شعور پختہ ہو جائے کہ وہ حقوق ادا کرنے والے بنیں نہ کہ حقوق چھیننے اور غصب کرنے والے۔ اس سلسلہ میں طلبہ وطالبات کے نصاب میں ان احکامات پر مبنی آیات اور سورتیں شامل ہوں جیسے سورۃ النساء، سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور۔ جن سے انھیں علمی اور شعوری آگاہی حاصل ہو کہ انھیں کس طرح اپنے زیرِ کفالت خواتین جیسے ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کے حقوق ادا کرنے ہیں اس سلسلے میں علماء اور اساتذہ کو خصوصاً اور دیگر افرادِ معاشرہ کو عموماً اپنا خصوصی کردار ادا کرنا چاہیے اور افرادِ معاشرہ کی ایسی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دینی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، ان کے اخلاق وسیرت کی اصلاح ہو، ان میں غیر شرعی رسومات ورواجات کا خاتمہ ہو اور عوام الناس خصوصاً خواتین کے شرعی حقوق کی ادائیگی بروقت اور عام ہو۔

۶۔ خواتین کو آسان عدالتی اور قانونی چارہ جوئی حاصل ہومعاشی حقوق سے محروم خواتین کے لیے آسان عدالتی اور قانونی چارہ جوئی کا انتظام حکومتی سطح پر ہونا چاہیے جہاں وہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے بآسانی قانونی مدد و معاونت حاصل کر سکیں۔معاشی حقوق سے محروم خواتین کے لیے الگ عائلی اور خاندانی عدالتوں کا قیام ہونا چاہیے جہاں بآسانی ان کے مسائل کا فوری اور بروقت حل ممکن ہو سکے۔

۷۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ ہر علاقے اور بستی میں پنچائیت کا نظام قائم کرے جس میں اس علاقے کے ہی ذمہ دار اور حساس افراد کو اس کا رکن بنایا جائے جیسے ریٹائرڈ ملازمین یا دیگر فارغ التحصیل بزرگ جو سمجھداری سے ان مسائل کے حل میں تعاون اور معاونت بھی کریں اور ذمہ داران افراد کے خلاف قانونی چارہ جوئی میں بھی مدد فراہم کریں ۔ان پنچائیتی ممبران کے پاس اختیارات بھی ہونے چاہئیں تا کہ ان کے فیصلوں کو سند کی حیثیت حاصل ہو اور لوگ ان کے فیصلوں اور رائے کا احترام کریں یوں اس سے بہت سے مسائل آسانی سے علاقائی سطح پر ہی حل ہو جائیں گے اور پنچائیتی ممبران کا وقت بھی تعمیری اور اصلاحی کاموں میں صَرف ہو گا۔

۸۔ خواتین کے حقوق کی عدم ادائیگی پر تعزیر و سزا کا باقاعدہ انعقاد جائے تا کہ اگر کفیل مرد حضرات اپنے افراد خانہ کے معاشی حقوق بروقت اور بخوشی ادا نہ کریں اور ان سے غفلت ولا پرواہی برتتے ہوئے تساہل پسندی سے کام لیں تو ان کے لیے مناسب تعزیر و سزا ہو اور جس پر واقعی عملدرآمد بھی ہو اس سے ایک طرف تو افرادِ معاشرہ ایسی حرکات سے باز آئیں گے اور دوسری طرف دیگر افراد کے لیے بھی یہ باعثِ عبرت ہو گا۔

۹۔ عصرِ حاضر میں میڈیا ہر معاشرے کا ایک مضبوط اور فعال رکن بن چکا ہے یہ وہ مضبوط اور مستحکم طاقت ہے جو تنہا کسی بھی معاشرے میں انقلاب برپا کر دینے کے لیے کافی ہے۔اسی بناء پر ریڈیو ٹی وی اور اخبارات و رسائل کے ذریعے ایسے اصلاحی و فلاحی پروگرام نشر کئے جانے چاہئیں جن کے ذریعے معاشرہ کے محروم افراد خصوصاً خواتین کو ان کے حقوق کی عدم ادائیگی سے ہونے والی مشکلات و مسائل کو اجاگر کیا جائے ۔شرعی احکام پر مبنی دینی پروگرام نشر کیے جائیں اور قلم کے ذریعے ایسی تحریریں سامنے لائی جائیں جن میں معاشرے کے اندر پائی جانے والی غیر شرعی رسومات و رواجات اور ان کے زریعے پیدا ہونے والے مسائل کو سامنے لایا جائے ۔میڈیا ایسے پروگرام مسلسل پیش کرے جو خواتین کے معاشی مسائل کو اجاگر کریں اور افرادِ معاشرہ کو یہ آگاہی دیں کہ خواتین بھی جیتی جاگتی انسان اور معاشرے کا لازمی جزو ہیں اور ان کی بھی ضروریات و احتیاجات ہیں جن کی تکمیل کے بغیر ان کی ذات کمزور اور شخصیت مجروح ہو جائے گی۔میڈیا کے ذریعے شرعی احکام کی حکم عدولی کرنے والوں کی شدید مذمت کی جائے اور انھیں شرعی و قانونی سزاؤں سے متنبہ کیا جائے۔

۱۰۔ حقوقِ نسواں کے لیے قائم اداروں اور تنظیموں کا مضبوط عملی کردار ہونا چاہیے۔ وہ صرف زبانی کلامی تقاریر اور پروگرامز نہیں ہونے چاہئیں بلکہ عملاً ایسے اقدامات کریں جن سے خواتین کے معاشی و اقتصادی مسائل حل ہوں۔ ایسے اداروں کو مرد و خواتین کے درمیان امتیازات اور مسابقت کی پالیسی کو ترک کر کے ان کو برابری کی سطح پر ایک دوسرے کے معاون و مددگار کی حیثیت سے پیش کریں۔ خواتین کے تقدس، تشخص اور عزت و احترام کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے مسائل و مشکلات کا مناسب اور جامع حل انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطوح پر تلاش کریں۔

۱۱۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑی اور بھاری ذمہ داری والدین اور اساتذہ پر عائد ہوتی ہے ان پر لازم ہے کہ وہ لڑکے اور لڑکیوں دونوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت سے فیضیاب کریں اور ان میں دوسروں کے کام آنے اور قربانی کا وہ جذبہ بیدار کریں جو اسلام کا اصل طرۂ امتیاز ہے۔ والدین بیٹیوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ وراثت میں ان کو ان کا پورا پورا شرعی حق اور حصہ ادا کریں جو قرآن و سنت نے انھیں عطا کیا ہے دوسروں کا حق اور مال کھا کر نہ ان کی دنیا برباد کریں اور نہ ہی اپنی آخرت۔ خود بھی ایمانداری اور حوصلے سے ان کا حق ادا کریں اور اپنے بیٹوں کی بھی ایسی تربیت کریں کہ وہ اپنی ماؤں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کی کے مالی حقوق خوشی خوشی پوری دریا دلی کے ساتھ ادا کریں اس کے ساتھ ساتھ والدین اور اساتذہ کو لڑکیوں کی تعلیم و تربیت بھی اس نہج پر کرنی چاہیے کہ وہ پوری جرات اور حوصلے کے ساتھ جہاں کہیں اپنے حقوق میں محرومی دیکھیں اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے اپنے حقوق کی ادائیگی اور ان کی بازیابی کا مطالبہ کریں اور ایسا اسی صورت میں ممکن ہو سکے گا جبکہ وہ نسلِ نو کی اعلیٰ سے اعلیٰ تربیت کرتے ہوئے انھیں شائستہ اخلاق اور سیرت و کردار سے مزین کریں۔

۱۲۔ کسبِ معاش مین مشغول خواتین کی مجبوری سے بلا جواز فائدہ نہ اٹھایا جائے اور نہ ہی انھیں بلا جواز کسبِ معاش کے لیے مجبور کیا جائے بلکہ اگر وہ اپنے بنیادی خانگی امور کی انجام دہی کے بعد اپنی مرضی، خوشی اور رضا و رغبت سے معاشی امور میں حصہ لیتی ہیں تو ان کے اس اقدام کو قابلِ قدر مستحسن نگاہ سے دیکھا جائے

۱۳۔ عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسبِ معاش میں مشغول خواتین کو خصوصاً ان کے شرعی معاشی حقوق جیسے نان و نفقہ، سکنیٰ، حقِ مہر اور وراثت وغیرہ سے محروم رکھا جاتا ہے جو قطعاً جائز نہیں۔ دیگر گھریلو خواتین کی طرح ان کے معاشی حقوق بھی شریعت کی طرف سے نافذ اور طے شدہ ہیں لہٰذا ان کی ادائیگی بھی لازمی و ضروری ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں رب العزت کے ہاں جوابدہ ہیں۔

۱۴۔ خواتین اگر معاشی امور میں حصہ لیتی ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اپنے عزت و وقار اور مقام و مرتبہ کا خصوصی لحاظ اور خیال رکھیں اور قطعاً ایسے ذرائع معاش میں حصہ نہ لیں جن سے ان کا عزت و وقار مجروح ہو مثلاً بس ہوسٹس

'ہوٹلوں میں ویٹرز' مختلف کمپنیوں میں ریسپشنسٹ' پرسنل اسسٹنٹ اور سیکرٹری اور اسی طرح اشتہار بازی اور ماڈلنگ وغیرہ۔

۱۵۔ خواتین جہاں تک ممکن ہو سکے ایسے مخلوط ذرائع معاش اپنانے سے گریز کریں جن میں مرد وزن کا آزادانہ اختلاط ہو کیونکہ یہیں سے اخلاقی و معاشرتی بے راہ روی کا آغاز ہوتا ہے جو دیگر باقیماندہ برائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۔ معاشرے کے تمام افراد (جن میں تمام مرد وخواتین شامل ہیں) پر لازم ہے کہ وہ فرداً افرداً اپنے فرائض اور ذمہ داریوں بجا لائیں اور حق دار کو اس کا حق ادا کریں کیونکہ یہ حقوق تو امانت ہیں اور امانتوں کی ادائیگی کے لیے واضح حکم ہے کہ امانتیں ان کے اہل افراد کے سپرد کر دی جائیں۔ یوں اگر تمام افرادِ معاشرہ اپنی ذمہ داریاں اور فرائض انفرادی فرداً افرداً نبھائیں گے تو اجتماعی مسائل کا خاتمہ انفرادی سطح پر ہی ہو جائے گا سب کو اپنے اپنے حقوق ملیں گے اور معاشرہ امن وسلامتی اور خوشحالی وترقی کا گہوارہ بن جائے گا۔

خلاصہ بحث

الغرض درج بالا تمام سروے و تجزیے اور خواتین کے انفرادی انٹرویوز کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آج ہمارا اسلامی ملک اور معاشرہ مسلمان ہونے کے باوجود ہماری اکثریت اسلام اور اسلامی تعلیمات سے تقریباً ناواقف ہے اور اگر چند مذہبی گھرانوں میں اسلامی تعلیمات کا شعور کسی حد تک ہے لیکن بھی افرادِ معاشرہ خصوصاً مرد حضرات خواتین کے معاشی حقوق کی ادائیگی سے نظریں چُرائے ہوئے ہیں۔ اسلام کے عطا کردہ معاشی حقوق (جن میں خصوصاً حقِ مہر' نان ونفقہ اور وراثت شامل ہیں) کو مکمل طور پر نظر انداز کیا جا رہا ہے ہمارے معاشرے میں ایک طرف کچھ لوگ خود کو ماڈرن اور جدیدیت کا دلدادہ ظاہر کرنے کے لیے مغربیت کا مصنوعی لبادہ اوڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری طرف انتہا یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کی طرح خواتین کو ان کے بنیادی معاشی حقوق تک سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواتین ایسے حالات میں اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے مجبور ہو کر معاشی سرگرمیوں میں حصہ لیتی ہیں اور کسبِ معاش کے مختلف ذرائع اختیار کرتی ہیں جہاں انھیں مزید نت نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے یوں وہ تنگ اور مجبور ہو کر کبھی با اثر افراد سے مدد طلب کرتی ہیں' کبھی عدالتوں کا رُخ کرتی ہیں' کبھی سرکاری و غیر سرکاری تنظیموں سے تعاون کی اپیل کرتی ہیں حالانکہ حقیقت میں دینِ اسلام نے تو عورت کو بہت بلند مقام عطا کیا ہے وہ خاندان کی بنیاد ہے اور اگر بنیاد ہی کمزور ہو تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ کس قسم کی عمارت تعمیر ہو گی؟ اعلیٰ معاشرہ کی تعمیر و ترقی کے لیے مضبوط خاندان کی ضرورت ہے اور مضبوط خاندان اسی صورت میں تشکیل

پائے گا جب خواتین کی اپنی سماجی و معاشی حیثیت مستحکم ہوگی اور ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ خواتین کو ان کے معاشی حقوق مکمل اور بھرپور انداز میں ادا کیے جائیں جو ان کے لیے اعتماد اور تحفظ کی ضمانت ہوں۔اس کے ساتھ ساتھ اگر خواتین کو معاشی امور و سرگرمیوں میں حصہ لینے اور کسبِ اموال میں شمولیت کے لیے گھروں سے نکلنا بھی پڑے تو ان کے لیے بہترین' آسان اور کم وقتی روزگار کے انتظامات کیے جائیں تا کہ وہ گھریلو فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ کسبِ اموال میں حصہ بھی لے سکیں اور اس سلسلہ میں اپنا مکمل اور بھرپور کردار بھی نبھا سکیں یقیناً اس طرح سے بہت حد تک ہمارے معاشی اور معاشرتی مسائل بھی حل ہو جائیں گے اور ہماری خواتین کو بھی اسلام کے احکام اور جدید عصری تقاضوں کے مطابق معاشی استحکام حاصل ہوگا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) البقرہ:۲،۲۹

(۲) الاعراف:۷،۱۰

(۳) النساء:۴،۳۲

(۴) مفتی محمد شفیع' معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف، ج:۲،ص:۸۹

(۵) آزاد ابوالکلام، ترجمان القرآن، ج:۲،ص ۱۹۱

(۶) مودودیؒ ' ابوالاعلیٰ' معاشیاتِ اسلام' لاہور' اسلامک پبلیکیشنز' ۱۹۸۲ء' ص:۵۷

(۷) النساء :۴،۳۲

(۸) محمد ابوشقہ' عبدالحلیم' تحریر المرأۃ فی عصر الرسالہ، دار القلم ' کویت' ۱۹۹۹ء' ج:۲' ص:۳۴۹

(۹) خالد علوی' ڈاکٹر' اسلام کا معاشرتی نظام' لاہور' الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب' ۲۰۰۵ء' ص:۲۶۱

(۱۰) اسرار احمد' ڈاکٹر' اسلام میں عورت کا مقام' لاہور' انجمن خدام القرآن' ۱۹۹۹ء' ص: ۱۷

(۱۱) افضل الرحمٰن' دورِ جدید میں مسلمان عورت کا کردار' لاہور' فیروز سنز' ۱۹۹۴ء' ص:۲۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆